بحث ونظر

جناب محمد ابراہیم الشنی
شمالی ناظم آباد کراچی

اسلامی بینکاری اور اسلامی ٹی وی چینلز کے حامیوں کے نام

> اس وقت برصغیر کے اہم دینی اداروں' مجلات ورسائل اور اہم دارالافتاؤں میں یہ موضوع زیر بحث ہے تنقیح اور بحث وتمحیص سے نئے نئے پہلو سامنے آرہے ہیں۔اس سلسلہ میں ماہنامہ ''الحق'' میں دونوں اطراف سے مضامین کو شائع کیے جارہے ہیں۔ الحق دونوں رُخ پیش کررہا ہے۔ بحث ونظر کا یہ باب تمام قارئین اور اس موزوں سے وابستہ حضرات کیلئے کُھلا ہے۔ (ادارہ)

گزشتہ دنوں ملک کے ایک معروف اور موقر ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی کا تازہ شمارہ (ذوالحجہ) پڑھنے کا اتفاق ہوا، جس میں ایک ہی موضوع پر ایک جیسے دو مضامین شائع ہوئے دونوں کا محوری مضمون ایک ہی ہے ،ان دونوں میں سے ایک مضمون ''جدید الیکٹرانک مناظر کے بارے میں نئی بحث'' کو بنیاد بناتے ہوئے چند مندرجات خدمت گزار کی جارہی ہیں۔ یہ مضمون بظاہر ایک خوبصورت عنوان سے معنون ہے، لیکن فاضل مضمون نگار نے متذکرہ بالا عنوان کے تحت کسی نئی بحث کی بجائے بظاہر حقائق سے آنکھیں موندتے ہوئے کچھ متاثر شدہ انداز میں دل پر لگی چوٹ کو اعتراض کے مرہم سے مندمل کرنے کی کوشش کی ہے، گو ہمارے محترم کا کہنا ہے کہ نفس مسئلہ پر اپنی رائے عرض کرنے کا ارادہ تو اب بھی نہیں ہے لیکن ان کی تحریر ان کی رائے کو آشکارا کرنے کے لئے کافی معلوم ہوتی ہے، اور پھر اپنے دعویٰ کے برخلاف انہوں نے اکابر کے درمیان جو محاکمانہ روش اختیار کی ہے اس کی بناء پر ارادہ کیا کہ پیشگی معذرت کے ساتھ کچھ معروضات پیش کرنے کی جسارت کرلی جائے، کہ حضرت کا مقام اس سے بہت اونچا ہے۔

۲۸ شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ بمطابق ۲۵ اگست ۲۰۰۸ء کو ملک کے جمہور اہل فتویٰ کے تصویبی دستخطوں کے ساتھ مروجہ اسلامی بینکاری اور تصویر سے متعلق ایک فتویٰ جاری ہوا تھا۔ مروجہ اسلامی بینکاری سے متعلق تفصیلی فتویٰ تو حسب وعدہ اب منصۂ شہود پر آچکا ہے اور امید ہے کہ موصوف محترم کے بہت سے اشکالات جو اس فتویٰ سے متعلق ہیں، کا دفیعہ ہو چکا ہوگا، البتہ تصویر سے متعلق تفصیلی تحریر کا وعدہ تادم تحریر وفا کے انتظار میں ہے، اور امید کی جاتی ہے کہ اس کی اشاعت بھی ہمارے محترم مضمون نگار اور ان کے بہت سے ہم نواؤں کے لئے باعث تسلی ہوگی، ان شاء اللہ تعالیٰ کو تفصیلی فتویٰ کی اشاعت کے بعد فاضل محترم کی معروضات کی توضیح کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہتی، لیکن پھر

بھی تذکیر کی نیت سے کچھ طالب علمانہ گزارشات سپرد قرطاس ہیں۔

سب سے پہلے تو یہ بات واضح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ فاضل محترم کا یہ کہنا کہ متفقہ فتویٰ کو بعض ٹی، وی، چینلز نے بھی کافی اچھالا ہے اور شاید فریقین کی ٹی وی پر بحث کرائی ہے، ہمارا احسن ظن تو یہی ہے کہ موصوف محترم کا خود کا تو ٹی وی پر یہ مشاہدہ نہیں ہوا ہوگا البتہ معلومات پہنچانے والوں کی غلط فہمی کا شاخسانہ اس کو کہا جاسکتا ہے، ہماری معلومات کے مطابق فریقین تو نہیں البتہ بینکوں اور تصاویر کی حمایت کرنے والے بعض احباب نے ضرور ڈیجیٹل کیمرہ کے سامنے آکر کچھ مدافعانہ باتیں کی ہیں، اس لئے دوسرے حضرات کو اس طرف دھکیلنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس وضاحت کے بعد موصوف کا پہلا اعتراض یہ ہے کہ جاری شدہ فتویٰ کو متفقہ اور فیصلہ کن فتویٰ کی حیثیت سے پیش کرنا بہت بڑی غلطی ہے، تو اس سے متعلق عرض ہے کہ جہاں تک ''فیصلہ کن'' ہونے کا تعلق ہے تو فتویٰ جاری کرنے والے حضرات نے نہ تو اس فتویٰ کو فیصلہ کن کہا ہے اور نہ ہی اصول افتاء اس کی اجازت دیتے ہیں، ہاں یہ ضرور کہا ہے کہ سابقہ مجلسوں کے برخلاف یہ مجلس بعض عوارض کے نہ ہونے کی وجہ سے کسی فیصلہ تک پہنچ سکی ہے، اس اعتبار سے یہ مجلس فیصلہ کن مجلس کہلائی جاسکتی ہے۔

البتہ ملک کے جمہور اہل فتویٰ نے گہرے تامل اور طویل تحمل کے بعد جاری شدہ اس فتویٰ کی تائید وتصویب فرمائی ہے، اس بناء پر یہ فتویٰ متفقہ فتویٰ تو بہر حال ضرور کہلانے کے مستحق ہے، اور یہ کہنا کہ فتویٰ سے متعلق منعقد اجلاس بذات خود نمائندہ اجلاس نہیں تھا، اس اشکال میں دبے لفظوں نمائندگی کی عدم اہلیت کا طعنہ چھپا ہوا ہے، گویا کہ بینکوں کے حامی حضرات کے علاوہ فاضل محترم کسی اور کو ملک کے معاشی واقتصادی مسائل پر گفتگو کا اہل یا عوام کی نمائندگی اور علماء کی ترجمانی کے قابل ہی نہیں سمجھتے، اس نمائندہ اجلاس میں پاکستان کے جو ۳۱ علماء کرام اور اہل فتویٰ شامل ہوئے تھے وہ اپنے اپنے علاقوں میں عوام الناس کے ہاں درجہ اعتماد واستناد پر فائز ہیں، کیا اس مجلس کے شریک جید علماء کرام وہ بینکوں کے حامی بعض ڈاکٹروں کے ہم پلہ نہیں ہوسکتے؟ کیا ان کا اتفاق اتفاق کہلانے کے لائق نہیں؟ بالفرض اگر یہ حضرات مجوزین حضرات کی تائید کرتے تو کیا تب بھی ان کی رائے کا آپکے ہاں وہ مقام ہوتا جو اب آپ انہیں دے رہے ہیں؟

موصوف محترم کو ان ۳۱ علماء کی تصویب وتائید پر مزید اعتراض یہ ہے کہ ان میں سے درجن کے قریب حضرات کا تعلق صرف دو اداروں سے ہے تو عرض ہے کہ اگر فتویٰ پر موجود تصویبی دستخطوں ہی کو ملاحظہ کرلیا جائے تو اعداد وشمار کی یہ غلطی دور ہو جائے گی اور ربیع الاول ۱۴۲۶ھ بمطابق اپریل ۲۰۰۵ء میں ڈیجیٹل تصاویر وغیرہ کے حوالہ سے کراچی کے ایک معروف دینی ادارہ میں منعقد مجلس سے اس کا حال بہت مختلف نظر آئے گا۔

اور ساتھ ساتھ یہ غلط فہمی بھی زائل ہو جائیگی کہ عوامی مرجعیت اور علمی مقام کی حامل شخصیات کی شرکت اس تصویبی مجلس میں تھی یا نہیں؟ گو یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ معدودے چند معروف علمی ادارے اس اجلاس میں نمائندگی کے شرف

سے محروم رہے تو اسکی وجہ بھی جیسا کہ پہلے اشارۃ عرض کیا جا چکا ہے، یہ رہی کہ یہ مجلس کسی فیصلہ پر اختتام پذیر ہو، اس کا حال گزشتہ مجلسوں کی طرح نہ ہو جائے کہ بعض مقتدر دینی حلقوں کی شرکت ان مجالس کو طول دیتی رہی اور فیصلہ نہ ہو پایا۔

رہی یہ بات کہ اس فتویٰ کے شریک متعدد ادارے ایسے ہیں جن کی متعدد شخصیات بلکہ ذمہ دار شخصیات الیکٹرانک میڈیا پر آتی رہتی ہیں، تو اجلاس میں شریک حضرات کی حد تک تو ہمیں علم ہے کہ کسی شخص پر بھی یہ طعن صادق نہیں آتا؟ اس کے علاوہ بقیہ حضرات کے فعل کے اولاً تو اس مجلس کے شرکاء جوابدہ نہیں اور پھر بعض حضرات کا ان کے علم وقصد کے بغیر فوٹو کے اسٹیج پر آجانا شاید محل ملامت بھی نہیں ہے۔

فاضل مضمون نگار کو مطبوعہ فتویٰ کے عنوان میں ''طویل غور وخوض'' کا لفظ بھی واضح نہیں لگا، موصوف کی علمی شناسائی کی بناء پر ہم رسوخ کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت کے علم میں ''المہند علی المفند'' کی تالیف میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ اور ''حیلہ ناجزہ'' میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کا طویل غور وخوض یقیناً ہوگا اور ساتھ ساتھ دونوں ہی تحریروں میں عرب وعجم کے علماء کے تصویبی دستخط بھی نظر سے گزرے ہوں گے، اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ دونوں ہی تحریروں کے لئے کئے گئے طویل غور وخوض میں دستخط اور تائید کرنے والے علماء شامل نہیں تھے، اب فاضل محترم سے طالبعلمانہ استفسار ہے کہ یہ دونوں تحریریں علماء حق کی متفقہ تحریریں تسلیم کی جائیں یا نہیں؟ یا اصول افتاء کے برخلاف اس کو بھی تفرد وشذوذ کی ٹوکری میں ڈالنے کی جسارت کرلی جائے؟

فاضل محترم کی عبارت کہ جو صاحب علم خود رائے قائم کرنے کا اہل ہو وہ اس رائے پر عمل کرے جسے وہ دیانت داری سے راجح سمجھتا ہے اور جو خود رائے قائم کرنے کا اہل نہیں ہے وہ اس صاحب علم کی رائے پر عمل کرنے والوں کو تنقید اور اعتراض کا نشانہ نہ بنائے، اس کے ساتھ یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہئے کہ اس طرح کے مسائل میں ہر شخص کا فتویٰ اور رائے خود اس پر یا اس پر اعتماد کر کے اس کی رائے اختیار کرنے والوں پر لاگو ہوگا دوسروں پر نہیں ۔۔۔الخ۔ اس طویل عبارت کے بارے میں ہمارا بھی حسن ظن یہی ہے کہ موصوف کا مقصد کسی پر اعتراض نہیں ہے جیسا کہ وہ خود اپنی تحریر میں رقم طراز ہیں، لیکن اس رائے کو قائم کرنے کی ''رائے'' سے پہلے اگر ہمہ جہت، عالمگیر اور عبقری شخصیت کے حامل حضرت بنوری رحمہ اللہ کے ان الفاظ کا مطالعہ کرلیا جاتا تو کیا ہی اچھا ہوتا، جو حضرت نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمائے:

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ مزایا اور خصوصیات جو فراواں علم، عظیم اخلاص، اور شدت خشیت اللہ کے ساتھ ہمارے سلف صالحین کے اندر موجود تھیں جیسا کہ میں بتلا چکا (جس کی تفصیلات حضرت نے اپنے مقالے میں ذکر فرمائی ہیں، جو فتاویٰ بینات میں شائع ہو چکا ہے) اس دور کی کسی بڑی سے بڑی شخصیت میں بھی جمع نہیں ہو سکتیں، لہٰذا اس کی تلافی اس طرح کی جائے کہ جہاں تک ہو سکے کسی ایک فرد کی شخصی رائے پر اعتماد اور اس کو قبول کرنے سے اجتناب کیا جائے خواہ وہ

کتنا ہی وسیع النظر اور کثیر المعلومات کیوں نہ ہو.........الخ

موصوف محترم شاید اس مشورہ پر چیں بجبیں ہوں لیکن ان شاءاللہ ہمارا یہ مشورہ ان کی رائے کی تصویب میں مفید ہوگا۔

ہمارے محترم کا تیسرا بھاری مقولہ یہ ہے کہ اسلامی بینکاری میں اگر چہ ان علماء کرام مدظلہم نے حرمت کی رائے اختیار کی ہے لیکن دوسری طرف بھی صرف پاکستان نہیں، عالم اسلام کے جو بڑی تعداد میں علماء ہیں ان کے بھی علم، تدین اور متعلقہ معاملات سے پوری واقفیت اور تجربے میں سے کسی چیز کی طرف ایسی انگلی نہیں اُٹھائی جاسکتی جس کی وجہ سے ان کی رائے اور فتویٰ کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے.........گویا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مانعین کی طرح مجوزین کی بھی ایک بڑی تعداد ہے تو اس کا جواب خود فاضل محترم کی تحریر میں موجود ہے کہ فقہی اجتہادی مسائل میں قلت وکثرت کا اعتبار نہیں ہوتا ....یعنی مدار ان بنیادوں پر ہوتا ہے جن پر کسی رائے کو قائم کیا گیا ہے اور مانعین حضرات کا منع بھی افرادی قوت کی وجہ سے نہیں بلکہ اسلامی بینکاری اور اسلامی تصویروں کے لئے مجوزہ فقہی بنیادوں اور عملی طور پر اس کی تطبیقی کمزویوں کی وجہ سے ہے۔ یہ ڈھنڈورا تو آپ کی تحریر پیٹ رہی ہے کہ صرف ۳۱ علماء کے اجلاس کو نمائندہ اجلاس نہیں کہا جاسکتا۔

اب ان مجوزہ فقہی بنیادوں اور عملی تطبیقی کمزوریوں کی تفصیل تو آپ مطبوعہ تفصیلی مقالہ میں ملاحظہ کر سکتے ہیں لیکن محترم موصوف کی دلچسپی کو دیکھتے ہوئے چند اصولی باتوں کا فیصلہ تو سردست کیا جاسکتا ہے کہ: مروجہ اسلامی بینکاری کے حوالہ سے علماء کرام کا اختلاف صرف راجح ومرجوح کا اختلاف نہیں ہے بلکہ یہ اختلاف حلال وحرام کا اختلاف ہے ،اس بناء پر اصولی طور پر یہ بات طے ہے کہ:

(۱) جمہور اہل فتویٰ کا موقف صریح نصوص اور واضح شرعی اصولوں پر مبنی ہے اور مجوزین علماء کرام کا موقف غیر ضروری حیلوں اور رخصتوں کی ناپائیدار عمارت پر قائم ہے، نصوص شرعیہ اور قواعد فقہیہ کے مقابلے میں حیلوں کی بیساکھی سے سہارا نہیں لیا جاسکتا۔

(۲) جمہور اہل فتویٰ حرام کہہ رہے ہیں اور مجوزین حلال، ایسے مسئلہ میں ترجیح بہر حال حرام کو ہوتی ہے۔

(۳) اور اگر بفرض تسلیم اسلامی بینکوں کی سرمایہ کاری کو ہم حلال وحرام سے مخلوط کی حد تک مان لیں تو بھی مروجہ اسلامی بینکوں کے ذریعہ سرمایہ کاری کے جواز اور سود کو مشرف باسلام کرنے کا سرٹیفکیٹ نہیں مل سکتا۔ مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم نے ان غیر سودی کاؤنٹروں پر ایک ٹھوس تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

فی الحال ان غیر سودی کاؤنٹروں کا کاروبار جائز اور ناجائز معاملات سے مخلوط ہے اور اس کا کچھ حصہ مشتبہ ہے لہٰذا جب تک ان خامیوں کی اصلاح نہ ہو اس سے حاصل ہونے والے منافع کو کلی طور پر حلال نہیں کہا جاسکتا۔ اور مسلمانوں کو ایسے کاروبار میں حصہ لینا درست نہیں۔ (فقہی مقالات: ۲/۲۶۴۔ ط: دارالعلوم کراچی)

مزید براں اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ متفقہ فتویٰ پیش کرنے والے ارباب فتویٰ کے علاوہ ملک کے

مشہور و معروف اقتصادی ماہرین، جناب جسٹس تنزیل الرحمن، عبدالمجیب انصاری (سابق معاشی مشیر مملکت سعودیہ) جناب ڈاکٹر شاہد حسن صدیقی، جناب حسن الزمان اختر، ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری (جو بیس سال تک لندن میں معاشیات کی تعلیم دیتے رہے ہیں) یہ تمام حضرات بھی جو بینکنگ کے اسرار و رموز اور معاملات سے بخوبی واقف ہیں بینکاری کے سودی اور مروجہ غیر سودی نظام میں فرق نہیں کر پاتے۔

اس لئے واقفیت اور ناواقفیت کی باڑ لگا کر اس متفقہ فتویٰ کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، ان سب حضرات کو پس پشت ڈال کر معدودے چند حضرات کی تحقیق پر انحصار سمجھ سے بالاتر ہے، معذرت کے ساتھ اگر ان حضرات کی تحقیق کو صرف مفاداتی بنیادوں پر قابل قبول یا قابل ترجیح سمجھا جاتا ہے اور اسی بنیاد پر ان کی تحقیق کو حرف آخر سمجھا جاتا ہے تو پھر اسے اتباع ہویٰ کہیں یا اتباع شریعت؟ یہ فیصلہ ہم نہیں کر پاتے۔

اسی طرح تصویر کے بارے میں بھی حرمت کی جو رائے قائم کی گئی ہے یہ بھی افرادی اور شخصی اختلاف پر مبنی نہیں بلکہ جوہری اختلاف ہے اور اس سلسلہ میں بھی علمی موشگافیوں میں پڑے بغیر نیشنل یونیورسٹی آف کمپیوٹر اینڈ ایمر جنگ کے سینئر ڈیویلپمنٹ انجینئر اور ماہنامہ گلوبل سائنس کی تحقیق کا خلاصہ پیش خدمت کرنے پر اکتفا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ یہ اشکال نہ رہے کہ حرمت کا فتویٰ فن کی ناواقفیت کی بناء پر دیا گیا ہے۔

ملاحظہ ہو: ڈیجیٹل کیمرہ ہو یا روایتی کیمرہ، شبیہ کی تشکیل (image formation) کا بنیادی سائنسی اصول آج بھی وہی ہے جو اولین کیمرہ کی ایجاد کے وقت استعمال کیا گیا تھا، یعنی شبیہ کی تشکیل کے بنیادی اصول میں آج تک سر مو فرق نہیں آیا، وقت کے ساتھ ساتھ کیمرے میں شبیہ کے مقام کی نوعیت میں ضرور تبدیلی آئی ہے، مگر اس عمل کے پس پشت، طبیعات کا بنیادی قانون آج تک وہی ہے جو آج سے سو، سوا سو سال پہلے ہوا کرتا تھا، ابتدائی زمانے کے کیمروں میں حاصل شدہ شبیہ کو محفوظ کرنے کا کام فوٹو گرافک پلیٹ پر براہ راست کیا جاتا تھا۔ آج روایتی کیمروں میں حاصل شدہ شبیہ فوٹو گرافک فلم پر محفوظ کی جاتی ہے، کیمرے میں لگی فوٹو گرافک فلم پر ایک مخصوص کیمیائی مادے کی تہہ بچھائی جاتی ہے جو نہایت باریک باریک دانوں (Graines) کی شکل میں ہوتی ہے، جب کیمرے کے اندر داخل ہونے والی روشنی ان دانوں پر پڑتی ہے تو وہ دانے اپنی کیمیائی ماہیت تبدیل کر لیتے ہیں اور یوں شبیہ محفوظ ہو جاتی ہے، ویڈیو کیمروں اور جدید ڈیجیٹل کیمروں میں شبیہ بنانے والی روشنی کو برقی اشاروں (Electronic signals) میں تبدیل کر کے ان سے منسلک برقی مقناطیسی پٹی (Eletcro magnitic plate) پر ڈیجیٹل حالت میں محفوظ کر لیا جاتا ہے۔ یہ محفوظ شدہ شبیہ طبعی یا ظاہری اعتبار سے شبیہ نہیں ہوتی لیکن معنوی اعتبار سے شبیہ ہی ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب شبیہ کے اظہار کا وقت آئے گا تو وہ شبیہ اسی شکل میں ہی ظاہر ہوگی، جسے ابتداء میں محفوظ کیا گیا تھا، نہ کہ کسی اور صورت میں۔ لہٰذا مخصوص سائنسی اصطلاح میں بھی رموز (Codes) میں پوشیدہ اس شبیہ کو شبیہ ہی کہا جائیگا.....

اگر انہیں کسی اور شکل میں ظاہر کرانے کی کوشش بھی کی جائے تو اول تو وہ ظاہر ہی نہیں ہوں گی اور اگر ظاہر بھی ہوئیں تو قطعی بے معنی اور بے مصرف انداز میں۔ اس سے بھی یہی پتہ چلتا کہ ڈیجیٹل ذرائع پر محفوظ کی گئی شبیہ، خود کمپیوٹر کی زبان میں بھی تصویر کہی جاتی ہے، کچھ اور نہیں.......... یہاں یہ بات بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ ٹی وی اسکرین (T.V.screen) یا کمپیوٹر مانیٹر (Computer Monitor) پر جو شبیہ بنتی ہے، اگر چہ وہ نقاط (Dots) یا (Pixels) کا مجموعہ ہوتی ہے تاہم نقاط یا پکسلز کا تصور نیا نہیں ہے۔ اگر عام شبیہ یعنی کاغذ پر چھپی ہوئی شبیہ کا معاملہ ہو تو وہ نقاط کا مجموعہ ہوگی جبکہ کمپیوٹر اسکرین پر ظاہر ہونے والے انہی نقاط کو پکسلز کہا جاتا ہے..........

(گلوبل سائنس، بحوالہ ڈیجیٹل تصویر اور سی ڈی کے شرعی احکام، مفتی احسان اللہ شائق صاحب۔ ط: دارالاشاعت)

اس طویل اقتباس کو پیش کرنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ تصویر سازی کے مسلمہ تین مراحل شبیہ، حفظ شبیہ اور اظہار شبیہ آج کے جدید ڈیجیٹل نظام میں بھی وہی ہیں جو قدیم میں تھے اگر کوئی فرق آیا ہے تو وہ حفظ شبیہ کے طریقوں میں آیا ہے اور پھر آپ ہی بتائیں کہ ڈیجیٹل نظام میں محفوظ کردہ مناظر کو اظہار کے وقت اگر تصویر نہ کہیں تو پھر کیا نام دیں؟ لہٰذا اصل علت اور مناط " مضاهات خلق الله " کا وجود تصویر سازی کی کسی بھی شکل میں ہوگا، تو وہاں عرب وعجم کی تخصیص اور ہماری علمی سستی کی پرواہ کئے بغیر حرمت کا اصل حکم لاگو ہوگا۔

حیرت تو اس پر ہے فاضل محترم نے تصویر کے مسئلہ کو قرون اولیٰ سے مختلف فیہ کہا ہے، حالانکہ علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ ''عمدۃ القاری'' میں جمہور علماء امت کا اجماع اور ائمہ اربعہ کا مذہب مطلقاً بغیر کسی استثناء کے تصویر سازی کی حرمت کا نقل کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری: ۲۲ر۷۰، ط: بیروت)

ہاں کچھ اختلاف اگر منقول ہے تو وہ تصویر کے استعمال میں ہے اور تصویر سازی اور تصویر کا استعمال دو الگ الگ چیزیں ہیں خلط مبحث نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے، (مزید تشفی کے لئے مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا رسالہ ''تصویر کے شرعی احکام'' کا مطالعہ کافی ہوگا)

البتہ یہ بات بجائے خود مسلم ہے کہ بعض حضرات کی مساہلت کی وجہ سے اب عوام وخواص سبھی نے گویا تصویر کو زندگی کا ایک لازمی حصہ بنالیا ہے اور تصویر سازی کو حلت کی خلعت سے نوازنے کے لئے ایک حیلہ ایسا ایجاد کیا ہے کہ جس کے بعد تصاویر کی ساری بحث ہی بیکار ہو جاتی ہے کہ عوام وخواص کو (Dots) اور (Pixels) کی الجھی ہوئی بحث میں مبتلا کر کے اصل حرمت کے حکم سے ہی ذہول کرا دیا ہے اور بقول مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ کے یہ فتنہ ایسا عام ہوا کہ بہت سے علماء وصلحاء بھی کاغذی ...ں میں دنیا بھر میں چلتے پھرتے نظر آنے لگے اور ارباب عمائم وقباء کے فوٹو دنیا میں عام ہوگئے۔ فانا للّٰه وانا اليه راجعون. ع چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

ہائے امت مسلمہ! کہاں بھٹک رہی ہے، احکام شرعیہ سے کس قدر سرتابی ہے (خدا ہی حفاظت فرمائے)

موصوف محترم کے بقول تصویر سے متعلق مختلف آراء صدیوں پر محیط علمی وفقہی بحثوں کی پیداوار ہیں،! اس کے جواب کے بجائے اگر یہ دیکھ لیا جائے کہ تصاویر کی حرمت شریعت محمدیہ کا خاصہ ہے، پہلے انبیاء کی شریعتوں میں تصاویر ممنوع نہیں تھیں جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں ان کے حکم سے جنات کا ماویر بنانا مذکور ہے۔ (سورہ سبا۔ الآیۃ: ۱۳)

اپنی رکیک تاویلوں کے ذریعہ اگر ہم اس خاصہ شریعت محمدیہ میں رخنہ اندازی کے مرتکب ہونگے تو یہ کتنا بڑا جرم ہوگا؟!

موصوف محترم نے عالی مرتبت بزرگ مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ سے منسوب عبارت نقل کرتے ہوئے اپنا وزن بڑھانے کی کوشش کی ہے، ہم موصوف محترم کے قول کہ اقلیتی رائے ہو یا اکثریتی، اس سے اختلاف تو کیا جاسکتا ہے بحیثیت رائے اس کا احترام بہرحال ضروری ہے، کی پیروی کرتے ہوئے حضرت مرحوم کی رائے کی علمی وقعت کو دل وجان سے تسلیم کرتے ہوئے دست بستہ عرض کرتے ہیں کہ حضرت کی رائے اس وقت کے موجود اکابر کے یہاں بھی کچھ زیادہ رواج نہیں پاسکی اور پھر سابقین اولین کی واضح تصریحات سے صرف نظر کر کے اس منفرد رائے پر عمل کر کے تصویر کو سند اسلام جاری کرنا کسی بھی زاہد کے زہد سے میل نہیں کھاتا۔

محترم مضمون نگار کی جذبات کی ہم قدر کرتے ہیں کہ کیمروں کی بھرمار پر مشتمل اجتماعات میں شرکت فرمانے والے ہمارے یہ بزرگ اس مرد درویش کی اس رائے کو بھی جدیدیت واباحیت کا مظہر قرار دینگے لیکن ابتداء کی طرح یہاں بھی عرض کیے دیتے ہیں کہ جدیدیت واباحیت کی رو میں بہہ جانے کا نزلہ اس مرد درویش پر گرانے سے پہلے یہ تو واضح کرتے چلیں کہ کیمروں کی بھرمار پر مشتمل اجتماعات میں شرکت کرنے والے وہ کونسے بزرگ ہیں جو بقول آپ کے اس جرم کے مرتکب ہورہے ہیں؟ اور اگر کہیں غیر ارادی طور پر ان حضرات کے فوٹو لے بھی لئے گئے ہیں تو کیا عالمگیر وباء میں مبتلا خلق کثیر کو شرعی مسئلہ بتانے کی اہلیت ختم ہوگئی؟ جہاں تک جدیدیت اور اباحیت کی رو میں بہہ جانے کا تعلق ہے جو موصوف محترم کو بظاہر بہت ہی بھاری گزرتا معلوم ہورہا ہے، تو اس کی خوبصورت تعبیر ہم بزرگوں کی شفقت آمیز ڈانٹ سے کرسکتے ہیں جس میں شاید وہ حق بجانب ہیں، کسی بڑے کو اس کی زد میں لانے کی ضرورت نہیں ، اس لئے کہ وہ خود کہتے ہیں کہ "جو چیزیں باہر حرام ہیں، وہ ٹی، وی میں بھی حرام ہیں"۔ اب آپ خود فیصلہ فرمالیں کہ تصویر جو ٹی، وی کا جزء لاینفک ہیں، وہ کس حد تک خلعتِ حلت سے سرفراز ہو چکا ہے؟

مزید براں درویش صفت سیاستدان مفتی محمود رحمہ اللہ کے ۱۹۷۰ء کے انتخابات سے پہلے ریڈیو، ٹی، وی پر خطاب کو ان کی رائے قرار دے کر فاضل محترم کا اپنے لئے ووٹ کا انتظام کرنا کہاں تک درست ہے، فاضل محترم کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں۔

آخری بات جو بقول حضرت کے ان کے فہم میں نہیں آرہی کہ ٹی، وی پر آنے والے یا اسے درست سمجھنے

والے علماء کرام کو مخاطب کیوں بنایا گیا، حالانکہ وہ خود صاحب رائے ہیں، یا کم از کم اتنے شعور کے مالک تو ضرور ہیں کہ فیصلہ کرسکیں کہ کوئی کام کرنے سے پہلے کس سے پوچھا جائے؟ تو اس سے متعلق عرض یہ ہے کہ علماء، مقتداء کے درجہ میں ہوتے ہیں اور ان کا عمل عام مسلمانوں کے لئے جواز عام کی دلیل بنتا ہے اس لئے عوام کو اس وباء سے نکالنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ پہلے اہل علم اس کم از کم مشکوک معاملہ کا ادراک کرسکیں، اور جہاں تک صاحب رائے ہونے کا تعلق ہے تو اس کا فیصلہ حضرت بنوری رحمہ اللہ کے حوالے سے پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ:

وہ مزایا اور خصوصیات جو فراواں علم، عظیم اخلاص اور شدت خشیت اللہ کے ساتھ ہمارے سلف صالحین کے اندر موجود تھیں، اس دور کی کسی بڑی سے بڑی شخصیت میں بھی جمع نہیں ہوسکتیں، لہٰذا اس کی تلافی اس طرح کی جائے کہ جہاں تک ہوسکے کسی ایک فرد کی شخصی رائے پر اعتماد اور اس کو قبول کرنے سے اجتناب کیا جائے خواہ وہ کتنا ہی وسیع النظر اور کثیر المعلومات کیوں نہ ہو۔.......... الخ

تو صرف وسیع نظری اور کثرت معلومات کی بناء پر کسی کو اصحاب رائے قرار دینا محل تأمل ہے! جمہور کے ساتھ رہنے میں ہی اس امت کی نجات ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: **لا یجمع امتی او قال امة محمد علی ضلالة، وید اللّٰہ علی الجماعة ومن شذ شذ فی النار.** (مشکوٰۃ: ص: ۳۰، ط: قدیمی کراچی۔)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ میری امت کو (یا بجائے امت کے) فرمایا امت محمد یہ کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو شخص جماعت سے الگ ہے وہ جنتیوں کی جماعت سے الگ کر کے تنہا دوزخ میں ڈالا جائیگا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مندرجہ بالا ارشاد ہم سب کے لئے دعوت فکر اور سامان ہدایت ہے۔ اسی غرض سے یہ حدیث پیش کی جاری ہے، یہ وضاحت اس لئے بھی ضروری ہے، تاکہ فقیہانِ ملت، زاہدانِ وقت اس حدیث کے مصداق کے تحت بھی کہیں بزرگوں کی فہرست بنانا نہ شروع کردیں۔

اللّٰھم اھدنا فیمن ھدیت ،واللّٰھم اھدنا واھدبنا، واجعلنا سبباً لمن اھتدیٰ.

﴿ قارئین سے التماس ﴾

قارئین الحق کو مطلع کیا جاتا ہے کہ گرانی کاغذ اور طباعت کے ہوشربا اضافہ کے باعث ماہنامہ الحق کا سالانہ چندہ -/200 روپے کی بجائے جنوری ۲۰۰۹ء سے -/250 روپے ہوگا۔ امید کی جاتی ہے کہ قارئین اس علمی و دینی اور ادبی مجلہ کی سرپرستی حسب سابق جاری رکھیں گے۔